ترجمۃ القرآن

مولانا محمد اکرم مدنی
مدرس جامعہ سلفیہ

غرور و تکبر

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین﴾ (القصص:۸۳) ''(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) یہ آخرت کا گھر ہم انہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں، جو دنیا میں نہ تو بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا آیت میں لفظ ''علو'' کا مطلب ہے ظلم و زیادتی۔ لوگوں سے اپنے آپ کو بڑا اور برتر سمجھنا اور باور کرانا، تکبر اور فخر و غرور کرنا اور فساد کے معنی ہیں ناحق لوگوں کا مال ہتھیانا یا نافرمانیوں کا ارتکاب کرنا کہ ان دونوں باتوں سے زمین میں فساد پھیلتا ہے۔ فرمایا کہ متقین کا عمل و اخلاق ان برائیوں اور کوتاہیوں سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ تکبر کے بجائے ان کے اندر تواضع، فروتنی اور معصیت کیشی کے بجائے اطاعت کیشی ہوتی ہے اور آخرت کا گھر یعنی جنت اور حسن انجام انہی کے حصہ میں آئے گا۔ قارئین کرام! قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ قوموں کی گمراہی کے اسباب میں سے ایک سبب حق کے سامنے ان کا غرور اور تکبر بھی تھا۔ قرآن مجید میں اس سبب ضلالت کو بار بار لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تا کہ ان کا اپنا غرور بھی ٹوٹے جو قبول حق میں مانع ہو رہا تھا اور ان بہت سے علمبرداران ضلالت کی گمراہی کے اصل سبب سے بھی وہ واقف ہو جائیں جو ان کے اندر اپنے زمانے میں یا ان سے پہلے گزرے ہوئے زمانے میں حق کا راستہ روکنے والے تھے۔ مثال کے طور پر سورۃ المومن میں یہ واقعہ بیان کیا گیا کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا تو اسی کے اہل دربار میں سے ایک حق پسند آدمی نے بڑے دردمندانہ اور خیرخواہانہ انداز میں نہایت مدلل طریقے سے اس کو سمجھانے اور غلط رویہ چھوڑ کر راست روی اختیار کرنے کی تلقین کی۔ مگر اس نے ان باتوں کا کوئی اثر نہ لیا اور اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ﴿کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار﴾ (۳۵) ''اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر ایک مغرور اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ یعنی تکبر اور جباریت کی ہوا جس دل میں بھر جاتی ہے پھر اس کے دروازے ہر کلمہ نصیحت اور ہر قول حق کے لیے بند ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پھر اس پر لعنت کی ایسی مہر لگا دیتا ہے کہ خواہ کوئی اسے راہِ راست پر لانے کی کتنی ہی کوشش کرے وہ کسی طرح سیدھا نہیں ہوتا۔ اسی طرح سورۃ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا گیا ہے ﴿قال رب انی دعوت قومی لیلا ونھارا فلم یزدھم دعآءی الا فرارا وانی کلما دعوتھم لتغفرلھم جعلوا اصابعھم فی آذانھم واستغشوا ثیابھم واصروا واستکبروا استکبارا﴾ (۵-۶-۷) کہ اے میرے رب میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز (راہِ حق کی طرف آنے کے لیے) پکارا۔ مگر میری پکار نے ان کے فرار میں اضافہ کیا اور جب بھی میں نے ان کو دعوت دی تا کہ تو انھیں معاف کر دے تو انھوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لیے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔

سورۃ مدثر میں خود مکہ کے ایک سردار کا کردار پیش کیا گیا جس نے قریش کے سرداروں سے صاف صاف کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو تم الزامات لگاتے ہو وہ سب جھوٹے ہیں اور قرآن ایک ایسا کلام ہے جس میں بڑی حلاوت ہے، اس کی جڑ بڑی گہری ہے اور اس کی ڈالیاں بڑی ثمردار ہیں۔ مگر جب اس کے سامنے یہ سوال آیا کہ اس رسول اور اس کلام کو حق مان کر اپنی سرداری کھو بیٹھوں یا اس پر جھوٹا الزام لگا کر اپنی سرداری بچالوں تو اس نے دوسری چیز کو ترجیح دی اور اپنے ضمیر سے لڑ کر آخر کار ایک الزام گھڑ ڈالا جسے اس کا دل خود جانتا تھا کہ وہ محض اپنی بڑائی قائم رکھنے کے لیے ایک صریح جھوٹ گھڑ رہا ہے، قرآن حکیم نے اس کی یہ تصویر پیش کر کے اسے بالکل بے نقاب کر دیا ﴿وانہ فکر وقدر فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس و بسر ثم ادبر واستکبر﴾ (۱۸ تا ۲۲) اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی تو خدا کی مار اس پر۔ کیسے بات بنانے کی کوشش کی۔ ہاں خدا کی مار اس پر۔ کیسی بات بنانے کی کوشش کی پھر لوگوں کی طرف دیکھا، پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا، پھر پلٹا اور تکبر میں پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غرور اور تکبر سے بچائے اور حق کے سامنے جھک جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆